www.KitaboSunnat.com



فہم قرآنِ کریم — مولانا عبدالرحمن کیلانیؒ

# قرآن نافہمی کے اَسباب اور اس کا حل

قرآنِ کریم عربی زبان میں نازل ہوا اور دنیا میں شاید عربی ہی ایک ایسی زبان ہے جو ترجمہ کے بغیر پڑھائی جاتی ہے۔ بچہ جب پہلی جماعت سے انگریزی پڑھنا شروع کرتا ہے تو استاد اسے بتلاتا ہے :A سے "APPLE"، "Apple" بمعنی 'سیب' اسی طرح فارسی پڑھنے والے بچے کو 'آب' اور 'است' ہی نہیں پڑھایا جاتا بلکہ یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ 'آب' بمعنی 'پانی' اور 'است' کے معنی 'ہے'...... لیکن جو بچے عربی پڑھتے ہیں، انہیں صرف الفاظ ہی پڑھائے جاتے ہیں۔ الفاظ کے معانی کا خیال کسی کو بھولے سے بھی نہیں آتا۔

اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ہمیں یہ بات ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ قرآن کریم کا ناظرہ پڑھنا ہی باعث برکت ہے۔ دلیل کے طور پر رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد پیش کیا جاتا ہے:

''قرآنِ کریم کے ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے اور ہر نیکی کا دس گنا اجر ملے گا۔ میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے ل الگ حرف ہے اور م الگ حرف!'' (ترمذی)

اس سے ہم عامیوں نے یہ سمجھ لیا کہ اگر قرآن کریم کو ناظرہ پڑھنے سے ہی اتنی زیادہ نیکیاں مل جاتی ہیں تو پھر ترجمہ پڑھنے پڑھانے اور سمجھنے سمجھانے کی ضرورت بھی کیا ہے؟...... اسی طرح رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد مبارک: خیرکم من تعلّم القرآن وعلّمه ''تم میں سے بہتر وہ ہے جو خود قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھلائے'' سے بھی ہم نے یہی سمجھ لیا کہ بس قرآنِ کریم ناظرہ پڑھنے پڑھانے سے ہی آپ کے ارشاد کی کماحقہ تعمیل ہوگئی۔

لیکن معاملہ یوں نہ تھا جو ہم غلطی سے سمجھ بیٹھے۔ قرآنِ کریم جو عربی میں نازل ہوا ہے، صرف اہل عرب کے لئے نہیں، پوری دنیائے انسانیت کے لئے نازل ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے مذکورہ بالا ارشاد کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں خواہ عربی ہوں یا عجمی، قرآنِ کریم پڑھنے کا زیادہ سے زیادہ شوق اور اس کی رغبت پیدا ہو۔ اور اہل عجم محض اس خیال سے کہ ابھی وہ قرآنِ کریم کے معانی اور مطالب نہیں سمجھتے، قرآن کریم کی تلاوت سے بھی غافل نہ ہوجائیں۔ چنانچہ اس ناظرہ پڑھنے کی ترغیب کا یہ فائدہ ہوا کہ ان مسلمانوں کے دلوں میں قرآنِ کریم کے معانی ومطالب بھی جلد از جلد سیکھنے کی تڑپ پیدا ہوئی اور انہوں



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے نہ صرف دینی تعلیم کے حصول کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کیں بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے شریعت کے ہر ہر پہلو پر ایسا قیمتی ذخیرہ بھی کتابوں کے اُوراق میں محفوظ کر دیا کہ ان کے اس احسان سے ہم شاید کبھی بھی سبکدوش نہ ہوسکیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ مبارک جامع تھا، ہمارے بزرگوں نے اس کی حقیقت کو پہچان لیا اور اس پر عمل کرکے دکھلا دیا۔ لیکن ہم اس کی تہ تک نہ پہنچ سکے اور نتیجۃً قرآنِ کریم کی تعلیمات سے دور ہٹتے چلے گئے۔

اگر بات صرف یہیں تک محدود رہتی تو بھی مسلمانوں میں ہمہ پہلو انحطاط رونما نہ ہوتا، علماءِ حق عوامی جہالت کے اس خلا کو ملکی زبان میں تبلیغ کے ذریعہ پر کرسکتے تھے لیکن ستم یہ ہے کہ اس قرآن نافہمی کے اور بھی بہت سے اَسباب پیدا ہوگئے اور یہ ایک دلخراش حقیقت ہے کہ یہ اسباب ان لوگوں کے پیدا کردہ ہیں، جنہیں ہم دین اسلام کی 'بزرگ' ہستیاں سمجھتے ہیں۔ آج ہم انہی اسباب کا جائزہ لینا چاہتے ہیں:

## پہلا سبب: قرآنِ کریم کو (ایک واضح کتاب ہونے کے باوجود) مشکل ترین کتاب سمجھ لینا

قرآنِ کریم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (۱۷/۵۴)

''اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کردیا ہے، تو کوئی ہے کہ سوچے اور سمجھے؟''

قرآن کریم کو آسان اس لئے بنایا گیا کہ یہ کتاب اَن پڑھ لوگوں پر نازل ہوئی۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ﴾ (۳/۲۰)

''(اے پیغمبر ﷺ!) اہل کتاب اور اَن پڑھ لوگوں سے کہو (کہ کیا تم بھی خدا کے فرمانبردار بنتے اور) اسلام لاتے ہو'' ...... دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾

''اور ہم نے آپ پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا تفصیلی بیان ہے اور وہ مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے'' (۱۶/۸۹)

قرآنِ کریم کا اصل موضوع ''انسان کی ہدایت'' ہے، لہٰذا ہدایت سے متعلق ہر چھوٹی بڑی بات اس کتاب میں پوری تفصیل سے بیان کردی گئی ہے اور یہ ذکر ٹھیٹھ عربی زبان میں ہے، تاکہ عوام وخواص سب لوگ اس سے برابر فائدہ اٹھاسکیں۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ﴾ (۲۶/۱۹۲تا۱۹۵)

''یہ قرآن پروردگار کا اتارا ہوا ہے، اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ آپؐ کے دل پر تاکہ آپ لوگوں کو ڈرائیں اور یہ قرآن واضح عربی زبان میں ہے''

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پھر اس ٹھیٹھ عربی زبان میں کوئی اُلجھن یا پیچیدگی بھی باقی نہیں رہنے دی گئی، فرمایا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴾ (۱/۱۸)

''سب تعریف اللہ ہی کو ہے جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر یہ کتاب اُتاری اور اس میں کسی طرح کی کجی اور پیچیدگی نہ رکھی''

مزید برآں ہدایت کے ان جملہ اُمور کو کئی طرح کی مثالوں سے اور مختلف انداز سے دہرایا اور بیان فرمایا گیا ہے تاکہ کسی شخص کے ذہن میں کوئی اُلجھن یا شک وشبہ نہ رہنے پائے اور وہ ان اُمور کے جملہ پہلوؤں کو آسانی سے ذہن نشین کرسکیں۔

﴿اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ﴾ (۶/۶۵)

''دیکھو! ہم اپنی آیتوں کو کس کس طرح سے بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھ سکیں''

لیکن ہمیں یہ بات باور کرا دی گئی ہے کہ قرآنِ کریم ایک مشکل ترین کتاب ہے اور اس کو سمجھنا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں ہے، لہٰذا عام لوگوں کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ کسی عالم دین کی اتباع اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن عام لوگوں کے لئے اُتارا اور سہل زبان میں نازل کیا تھا لیکن ان ارشادات کے برعکس قرآن کو عوام کے ذہن سے بالاتر اور مشکل ترین کتاب قرار دے دیا گیا اور اس کا ثبوت آپ کو دینی مدارس میں مروّجہ نصاب سے مل جائے گا۔ آپ کسی بھی دینی مدرسہ کے نصاب تعلیم پر نظر ڈالیے، آپ دیکھیں گے کہ قرآنِ کریم پڑھنے پڑھانے کی نوبت سب سے آخری سال آتی ہے۔ اگر کسی مدرسہ کا نصاب تعلیم ۶ سال کا ہے تو تفسیر قرآن چھٹے سال، اور اگر ۹ سال کا ہے تو نویں سال پڑھایا جاتا ہے۔ پہلے سالوں میں علی الترتیب صرف، نحو، منطق، اَدب اور فقہ وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں۔ اختتامی سال سے ایک سال قبل کو دورۂ حدیث اور آخری سال کو قرآنِ کریم کی تعلیم کے لئے مختص کیا جاتا ہے۔ ایسے مجوزہ نصابِ تعلیم کی مصلحت خواہ کچھ بھی ہو، ایک عام آدمی یہی تاثر لیتا ہے کہ قرآنِ کریم شاید ان تمام کتابوں سے مشکل ترین کتاب ہے جبھی تو اس کی نوبت سب سے آخر میں آتی ہے۔

## تقلیدِ جامد

قرآنِ کریم کو سب سے آخر میں پڑھانے کی جو مصلحت بیان کی جاتی ہے، اس سے یکسر انکار کرنا مشکل ہے لیکن تکلیف دہ امر یہ ہے کہ حقیقتاً جس مصلحت کے لئے قرآنِ کریم کو آخر میں ڈالا گیا ہے، وہ کچھ اور ہے اور اسے پردۂ راز میں رکھا جاتا ہے۔ یہ مقصد عقیدۂ تقلید کی حفاظت ہے۔ مقلدین کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ قرآن وسنت کو اپنے امام کی فقہ کی عینک سے دیکھا جائے۔ پہلے طالب علم کو فقہ کی تمام متعلقہ کتب پڑھائی جاتی ہیں اور جب اس کے ذہن میں فقہ کی چھاپ لگ جاتی ہے تو وہ قرآن و


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سنت سے نتائج اَخذ کرنے میں وہی روش اختیار کرتا ہے جو اس کے نصابِ تعلیم کی ترتیب کا منطقی نتیجہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ وہ اپنے امام سے ہٹ کر کچھ سوچنے کے قابل ہی نہیں رہتا اور اگر کہیں اسے الجھاؤ یا تضاد نظر آتا بھی ہے تو وہ اس کی تحقیق کی ذمہ داری اپنے امام کے سر ڈال دیتا ہے۔ کیونکہ تقلید کی تعریف ہی یہ کی جاتی ہے: "والتقليد قبول قول غير بلا دليل فكانه جعل قلادة في عنقه

"تقلید کسی کے قول کو بغیر دلیل کے قبول کر لینے کا نام ہے۔ گویا کہ مقلد نے اپنی گردن میں اس کی اطاعت کا پٹہ ڈال لیا" (شرح قصیدہ امالی از ملا علی قاری حنفی)

اس تعریف سے واضح ہے کہ مقلدین ذہنی طور پر اپنے امام کو امام نہیں بلکہ پیغمبر سمجھتے ہیں کیونکہ پیغمبر ہی ایک ایسی ہستی ہوسکتی ہے جس کی بات بلا دلیل قبول کی جائے۔ پیغمبر کے علاوہ کوئی اور ہستی معصوم اور خطا سے پاک نہیں ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ جس تحقیق کی ذمہ داری امام کے سر ڈالی جاتی ہے وہ خود اس ذمہ داری کو قبول کرنے کے لئے قطعاً تیار نہیں ہیں، ہمارے ہاں زیادہ تر حنفی مذہب ہی رائج ہے اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے کہ "جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے"!...... بلکہ آپ نے یہاں تک کہہ دیا کہ

"اگر حدیث مل جائے تو میرے قول کو دیوار پر پٹخ دو"

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ کے معروف شاگردوں امام محمد اور امام زُفر نے بہت سے مسائل میں آپ سے اختلاف کیا لیکن آج صورتحال یہ ہے کہ امام موصوف کے ان اَقوال کے باوجود ان کے مقلدین، حدیث کی تو دوراز کار تاویلات میں مشغول ہوجاتے ہیں یا اس کی ذمہ داری امام کے سر ڈال کر اسے نظر انداز کردیتے ہیں لیکن اپنے امام کے قول کو چھوڑنا انہیں قطعاً گوارا نہیں ہوتا۔

اگر فقہ سے پہلے قرآن وحدیث پڑھایا جائے تو طالب علم کے ذہن میں پہلی چھاپ قرآن وحدیث کی ہوگی۔ مسائل کے حل اور نتیجہ نکالنے میں وہ فقہ سے مدد تو لے گا لیکن عملاً مقلد نہیں رہ سکتا، لہٰذا تقلید کے عقیدہ کی حفاظت کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم سب سے آخر میں رکھی جائے۔

فقہ کی تالیف کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں مسائل حاضرہ کا قیاس اور اجتہاد کے ذریعہ صحیح حل تلاش کیا جائے۔ ائمہ فقہاءؒ نے اس مقصد کے پیش نظر اپنے اپنے دور میں فقہ کو مرتب کیا اور اس دور کے مسلمانوں نے بھی یہی کچھ سمجھا۔ لیکن بعد کے مسلمانوں نے آئندہ اجتہاد کو شجر ممنوع قرار دے کر ہر چہار ائمہ فقہ میں سے کسی ایک کی اِتباع کو اِسلام کا جزو بنا دیا۔ پانچویں صدی ہجری میں یہ عقیدہ اتنا راسخ ہوگیا تھا کہ جو شخص مخصوص اِمام کا مقلد نہ ہوتا، اسے بطورِ گالی یہ کہا جاتا تھا کہ وہ چاروں مذاہب سے باہر ہے، بالفاظِ دیگر اس کا اسلام ہی مشکوک ہے۔

اس جامد تقلید نے مسلمانوں کے حواس معطل کردیئے۔ قرآن وحدیث کو پڑھنے پڑھانے اور اس میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



غور وفکر کی ضرورت ہی کو ختم کردیا گیا تو اس کی صلاحیت کہاں باقی رہتی؟ اس صورتحال کا نقشہ پروفیسر محمد سلیمان اظہر (بحوالہ تاریخ فرشتہ) سیرت محمد بن عبدالوہاب میں یوں کھینچتے ہیں:

''عربی سے صرف چند لوگ ہی آشنا تھے اور انہوں نے جاہل عوام کو بھیڑوں کا گلہ بنائے رکھنے کے لئے عربی میں موجود اسلامی اُمور پر اِجارہ داری قائم کررکھی تھی، ملکی زبان میں کتاب وسنت کے نہ تراجم تھے نہ شروحات، لوگ کبھی کبھی قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے تھے۔ لیکن اس میں کیا لکھا ہے، اس سے سراسر ناآشنا تھے۔ تقلید و جمود کی بندشیں اس قدر مضبوط ہوچکی تھیں کہ ایک مناظرہ میں خواجہ نظام الدین اولیاء نے جب اپنی تائید میں ایک روایت بطورِ استدلال پیش کی تو ہندوستان کے سب سے بڑے فقیہ خواجہ رکن الدین صاحب نے کہا: میں بھی مقلد ہوں اور آپ بھی مقلد ہیں۔ اس لئے حدیث کی کیا ضرورت ہے، امام ابوحنیفہؒ کا قول پیش فرمایئے''

ظاہر ہے کہ ایسا عقیدہ قرآن وسنت کے یکسر منافی ہے۔ صحابہ اور تابعین آخر کس امام کے مقلد تھے؟ جبکہ فقہ کی تدوین ہی بہت بعد میں ہوئی۔ نیز آیت ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ کے مصداق دین کی تکمیل بہت پہلے ہوچکی تھی اور اسلام مکمل صورت میں موجود تھا۔

بایں ہمہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے تاقیامت اپنے دین کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے لہٰذا تاریک سے تاریک دور میں بھی علماءِ حقہ کی ایک جماعت نے، خواہ وہ کتنی ہی قلیل ہو، قرآن وسنت کو سینہ سے لگائے رکھا اور باطل سے برسرِ پیکار رہی، حقیقتاً یہی جماعت اہل سنت تھی، جو بعد میں اہل حدیث کے نام سے موسوم ہوئی۔ اہل سنت والجماعت کا لفظ ابتداء اہل تشیع کے مقابلہ میں استعمال ہوا۔ شیعہ حضرات کے سوا باقی تمام مسلمان اپنے آپ کو اپنے اماموں سے منسوب کرنے لگے۔ یہ لوگ اختلافی مسائل میں اپنے اماموں کی رائے کو حدیث پر ترجیح دیتے تھے۔ لہٰذا مقلد اور اہل الرائے کہلائے، اور جو مسلمان کسی خاص امام کے مقلد نہ تھے، وہ غیر مقلد اور اہل الرائے کے مقابلہ میں اہل حدیث کے نام سے مشہور ہوئے۔ گویا نام کو تو یہ سب مسلمان اہل سنت تھے مگر عملاً اہل سنت یہی اہلحدیث رہ گئے۔ یہ جماعت دینی مدارس میں رائج درس نظامی کی اس 'مصلحت' سے خوب واقف تھی، لہٰذا اس کے خلاف صداءِ احتجاج بلند کرتی رہی۔ جناب حافظ نذر محمد صاحب پرنسپل شبلی کالج، لاہور اپنی تصنیف ''مدارسِ عربیہ کا جائزہ'' میں ''درسِ نظامی میں اصلاحات کی تجاویز'' کے تحت صفحہ ۶۰۷ پر یوں رقم طراز ہیں:

''درسِ نظامی پر بیرونی حلقوں سے مسلسل یہ اعتراض رہا ہے کہ مدارسِ اہلحدیث کے علاوہ باقی تمام مدارس میں قرآن حدیث کو صرف آخری سالوں میں سبقاً سبقاً پڑھایا جاتا ہے حالانکہ دین کے یہی اصل الاصول ہیں، کسی نہ کسی نہج پر ان کا مطالعہ ابتداء سے شروع ہونا چاہئے''



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## دوسرا سبب، پیرانِ عظام کے مخصوص نظریات

(الف) ولایت کا معیار: اس حقیقت سے انکار کرنا مشکل ہے کہ ہندوستان میں اسلام زیادہ تر صوفیاءِ کرام کے ذریعہ سے ہی پھیلا۔ یہ لوگ خود عموماً عالم باعمل تھے لیکن بعد میں آنے والے جانشین قرآن وسنت کی تعلیم سے بے بہرہ ہوتے چلے گئے اور اس کی وجہ غالباً وہی ہے جو پہلے ذکر کی جاچکی ہے۔ ولایت کا معیار کرامات اور خوارقِ عادات واقعات قرار پاگئے اور یہی اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کی سب سے بڑی دلیل ہے، کرامات کے ظہور کے لئے دیندار اور متقی ہونا تو کجا، مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں کیونکہ ہندوؤں کے جوگیوں اور سادھوؤں سے بھی ایسی کرامات اور خوارقِ عادات واقعات کا ظہور اکثر ہمارے اولیاءِ کرام کے تذکروں میں موجود ہے یہی ہندوانہ تاثر مسلمانوں نے بھی اپنایا اور ساتھ ہی ساتھ یہ آیت بھی چسپاں کردی: ﴿أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (۱۰/۶۲)

"سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے"

لیکن علم کی کمی کی وجہ سے یہ خیال کسی کو بھی نہیں آتا تھا کہ قرآنِ کریم جن لوگوں کو 'اولیاء' کہتا ہے، ان کے اوصاف کیا ہیں؟ کیا وہ اولیاء یہی لوگ ہیں، جو خوارقِ عادت واقعات کے حصول کے لئے قبروں پر مراقبے کرتے اور مختلف قسم کی چلہ کشی کو اپنا رویہ بناتے ہیں؟ شریعت میں تو سرے سے مزاروں کا وجود، مراقبے اور چلہ کشی ہی ممنوع ہے، تو پھر یہ لوگ اولیاء کیسے ہوگئے؟ اس کے برعکس قرآنِ مجید ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دوست قرار دیتا ہے جو مؤمن، متبع شریعت ہوں، تقویٰ کے درجے پر فائز ہوں، آیت مذکورہ بالا سے اگلی آیت یوں ہے: ﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ﴾ (۱۰/۶۳)

"(یعنی) وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے"

شریعت، طریقت اور معرفت کا عقیدہ: اس مشکل سے نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہی تھا کہ مریدوں کو قرآن کی تعلیم سے ناآشنا رکھا جائے، چنانچہ مریدوں کو یہ ذہن نشین کرایا گیا کہ شریعت جو قرآن وحدیث میں مذکور ہے، یہ محض ابتدائی اور سطحی درجہ ہے۔ اس سے اگلی سٹیج 'حقیقت' اور سب سے اعلیٰ درجہ 'معرفت' ہے۔ اور یہ بھی باور کرا دیا گیا کہ پیرانِ عظام 'معرفت' کے بلند تر مقام پر فائز ہوتے ہیں لہٰذا انہیں شریعت کی حدود وقیود سے پرکھنا قطعاً درست نہیں ہے۔ یہ لوگ صاحب حال ہوتے ہیں لہٰذا ان کے اعمال وکردار کا ظاہری شریعت کے احکام سے مقابلہ کرنا ان کی شان کے خلاف ہے۔ حتیٰ کہ اگر یہ پیرانِ باصفا کسی ایسی بات کا حکم دیں جو شریعت کے سراسر خلاف نظر آتی ہو تو بھی مرید پر لازم ہے کہ وہ بلا چون وچرا اس کی اطاعت کرتا چلا جائے۔ صرف اسی صورت میں وہ سلوک کی منازل طے کرسکتا ہے، حافظ سعدیؒ شیرازی متوفی ۷۹۱ھ نے انہی افکار ونظریات کو اپنے درج ذیل شعر میں قلم بند کیا ہے:



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ع بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید کہ سالک بے خبر نبود از راہ ورسم منزل ہا

''اگر تجھے بزرگ پیر اپنے مصلّی کو شراب میں رنگین کرنے کا حکم دے تو ضرور ایسا کر کہ سالک (سلوک کی) منزلوں کے آداب ومراسم سے ناواقف نہیں ہوتا''

ظاہر ہے کہ قرآن وسنت میں ایسی بیہودہ باتوں کی کوئی گنجائش نہیں لہٰذا اگر قرآن کی تعلیم عام ہوجائے تو ان کے کاروبار پر کاری ضرب پڑتی ہے لہٰذا ان لوگوں نے عمداً یہ وطیرہ اختیار کیا کہ اپنے مریدوں کو قرآنی تعلیمات سے بے خبر رکھیں اور انہیں غفلت کی نیند سویا رہنے دیں۔

غوث، قطب، اَبدال: یہ بات اس سے بھی آگے بڑھتی گئی اور یہ چیز بھی عقیدہ میں شامل کردی گئی کہ اس دنیا میں ہر وقت ۳۱۴ نجیب موجود رہتے ہیں پھر ان میں سے ۷۰ نقیب ہوتے ہیں۔ ان میں سے ۴۰ ابدال ہوتے ہیں۔ پھر ان میں سے ۷ قطب ہوتے ہیں، ان میں سے ۴ اَوتار اور پھر ان میں سے صرف ایک 'غوث' کا اعلیٰ مقام حاصل کرتا ہے جو ہمیشہ مکہ مکرمہ میں رہتا ہے، جب بھی اہل زمین پر کوئی ارضی یا سماوی آفت نازل ہوتی ہے تو وہ نجباء کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ نجیب یہ درخواستیں نقیبوں کو پیش کرتے ہیں اور بالآخر یہ درخواست درجہ بدرجہ 'غوث' تک پہنچتی ہے جس کا علم اللہ کے علم کے برابر ہوتا ہے اور اس کی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کم نہیں ہوتی اور وہ ان مصائب کو دور کردیتا ہے۔ العیاذ باللہ!

یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ ان عقائد نے کہاں سے راہ پائی اور ان بیہودہ عقائد کے مآخذ کیا ہیں، قرآن وحدیث اور سیرت کی کتابوں میں ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ حضرت حسنؓ کو غوثِ اوّل کہا جاتا ہے تو آخر تاریخ وسیر کی کتب کیوں خاموش ہیں؟ پھر ان کی اقامت بھی مکہ مکرمہ میں نہ تھی، پیر عبدالقادر جیلانیؒ جو غیاث المستغیثین یا سب سے بڑے غوث سمجھے جاتے ہیں، ساری زندگی بغداد میں رہے، ان کا مولد ومدفن بھی یہی جگہ ہے تو پھر جب وہ غوث کی شرائط ہی پوری نہیں کرتے تو غوث کیونکر ہوگئے؟ ان مذکورہ دو غوثوں کے علاوہ آج تک کون کون سے غوث پیدا ہوئے اور آج کل مکہ مکرمہ میں کون صاحب غوث کے مقام پر فائز ہیں۔ یہ ایسے سوالات ہیں، جن کا جواب ان لوگوں کے پاس بھی نہیں ہے جو اس کے دعویدار ہیں اگر قرآن وسنت کی تعلیم عام ہوجائے تو ریت کے تودہ پر تعمیر شدہ یہ عمارات دھڑام سے زمین پر آگرتی ہیں، لہٰذا ان غلط عقائد کا تحفظ اسی بات میں تھا کہ جاہل عوام کو قرآن وسنت کی تعلیمات کے قریب بھی نہ پھٹکنے دیا جائے۔

مزارات اور آستانوں کا وجود: اس کا ایک اور پہلو مزاروں اور آستانوں کا وجود بھی ہے جو قرآنی تعلیمات عام ہونے کی صورت میں یقیناً خطرے میں پڑسکتا ہے۔ اگر آپ کو کسی مزار یا آستانے پر جانے کا اتفاق ہو تو آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ وہاں مشرکانہ رسوم کس کس طور پر ادا کی جاتی ہیں۔ عقیدتاً لوگوں کو



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیونکر گمراہ کیا جاتا ہے؟ ایسے لوگ جنہوں نے عمر بھر کبھی نماز نہ ادا کی ہو، ساتویں دن دربار کی حاضری کیوں ضرور سمجھتے ہیں؟ شفاعت، نجات اور جنت کے سرٹیفکیٹ کہاں کہاں سے ملتے ہیں اور یہ عطا کنندگان کون اور کیسے لوگ ہیں؟ بے دین اور بدکار مجاوروں کو فحاشی اور بدکاری کے کیسے کیسے مواقع میسر آتے ہیں۔ بھنگ اور چرس کا دور کیسے چلتا رہتا ہے؟

اب آپ خود غور فرمایئے کہ شریعتِ مطہرہ میں ایسی باتوں کی گنجائش کہاں ہے؟ ظاہر ہے اگر 'مریدانِ باصفا' کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرا دیا جائے تو اس مکروہ کاروبار کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔ لہٰذا اس طبقہ نے اپنی بقا اور عافیت اسی میں سمجھی کہ عوام کو قرآنی تعلیمات سے بے بہرہ ہی رکھا جائے کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری!

رمضان ۸ھ میں جب مکہ فتح ہوگیا اور عرب کا بیشتر علاقہ اسلامی اقتدار کے زیرنگین آ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسی ماہ مبارک میں جہاں عزیٰ، لات اور منات کے بتوں کو پاش پاش کرنے کے لئے علی الترتیب حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن عاص اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم کی قیادت میں چھوٹے چھوٹے لشکر روانہ کیے، وہاں حضرت علیؓ کی قیادت میں ایک وفد اس غرض سے بھی بھیجا کہ مزارات کو منہدم کر دیا جائے اور جو قبریں زمین سے ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہوں خواہ پختہ ہوں یا کچی انہیں زمین کے برابر کر دیا جائے۔

اس کے برعکس، ہندوستان میں بہت سے ہندو، صوفیاءِ کرام کے توسط سے مسلمان ہوئے، جن کے ہاں ایسے لاتعداد آستانے پہلے سے موجود تھے اور چونکہ شرعی تعلیم کی طرف پوری توجہ نہ دی گئی لہٰذا ان نو مسلموں کے فاسد اعتقادات اور افکار ونظریات میں کوئی کمی نمایاں رونما نہ ہوسکی اور رونما بھی کیونکر ہوتی۔ پہلے وہ مندروں میں بتوں کے سامنے سربسجود تھے تو اب مزارات ان کے لئے سجدہ گاہ بن گئے تھے، پہلے دیوتاؤں کے سامنے دست سوال دراز کیا جاتا تھا اب صوفیا اور پیروں نے ان کی جگہ لے لی، جن سے وہ مرادیں مانگنے لگے۔ ان حالات میں اسلام کی پابندی اور اَعمالِ حسنہ کی کوئی اہمیت باقی نہ رہی تھی، لہٰذا وہ روحانی مدارج، شرکیہ وظائف، قبروں پر چلہ کشی اور مرشد کی توجہ کے محتاج ہو کر رہ گئے، اس ظلمت کدہ میں شیخ احمد سرہندیؒ (مجدد الف ثانی، متوفی ۱۰۳۴ھ) نے حق کی آواز بلند کی اور ان مشرکانہ افکار ونظریات پر کاری ضرب لگائی، ان کی بھرپور کوششوں سے یہ فتنہ کسی حد تک دب گیا لیکن چونکہ قرآنِ مجید کی تعلیم کے لئے کوئی مؤثر کوشش نہ کی گئی تھی۔ لہٰذا اس فتنہ نے پھر سے اپنے پاؤں پھیلانے شروع کر دیئے۔ بالآخر اس مرض کی صحیح تشخیص کی سعادت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (متوفی ۱۱۷۶ھ) کے حصہ میں آئی، انہوں نے اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے قرآن مجید کا فارسی زبان میں اوّلین ترجمہ شائع کرا دیا


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تاکہ عام طبقہ جو عربی زبان سے ناواقف ہے، مقامی زبان میں قرآن کی تعلیم سے آشنا ہوسکے، لیکن ہمارے مولوی اور پیر جنہوں نے "أربابا من دون الله" کا مقام حاصل کرلیا تھا، کی طرف سے اس کا ردِّعمل یہ ہوا کہ وہ ان کے درپے ہوگئے اور ان پر کفر کا فتویٰ صادر کردیا۔ اس کے باوجود آپ نے ہمت ہاری اور اسلامی تعلیمات سے متعلق نہایت قیمتی ذخیرہ فارسی زبان میں منتقل کردیا۔ بعدازاں آپ کے خاندان سے شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ نے اردو زبان میں قرآن کے تراجم پیش کئے جو آج تک بہت مقبول ہیں۔ ان لوگوں کی کوششوں سے بہت سے لوگ فیض یاب ہوئے اور قرآنی تعلیمات میں دلچسپی لینے لگے۔

انہی دنوں عرب میں شیخ محمد بن عبدالوہابؒ نے شرعی تعلیم کے نفاذ کے لئے بھرپور جدوجہد شروع کر رکھی تھی، کیونکہ وہاں بھی دینی تعلیم مفقود تھی اور لاتعداد آستانے وجود میں آچکے تھے جہاں مشرکانہ رسوم ادا کی جاتی تھیں۔ شیخ موصوفؒ کی اس تحریک کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی اور عرب کا علاقہ آہستہ آہستہ اس کے زیرنگیں آنے لگا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر وہاں کے مولوی اور پیر بھی حرکت میں آئے اور غیر شرعی حکومت میں شامل ہوکر شیخ مذکور پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ آپ کی جماعت کو شیخ مذکور کے نام 'محمد' کی نسبت سے محمدی کہنے کی بجائے حسد وبغض کی بنا پر وہابی کہنا شروع کیا اور یہ لفظ آہستہ آہستہ گالی اور طعن قرار پاگیا۔

بعینہٖ اس دور میں ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ اسماعیل شہیدؒ نے سید احمدؒ بریلی کی قیادت میں انہی مقاصد کی خاطر ایک تحریک چلائی جسے قبولِ عام حاصل ہوا اور مجاہدین کی ایک جماعت تیار ہوگئی، گو اس جماعت کے قائدین سکھوں اور پٹھانوں کی ملی بھگت سے ۱۲۴۶ھ میں بالاکوٹ میں شہید ہوچکے تھے، تاہم یہ جماعت بدستور کام کررہی تھی اور انگریز کو اس جماعت سے سخت خطرہ لاحق تھا، لہٰذا یہاں بھی اس تحریک کو 'وہابی' کی گالی سے نوازا جانے لگا۔

مزید برآں انگریز نے اس مشکل کا حل یہ سوچا کہ مسلمانوں میں انتشار وتفرقہ پیدا کرکے انہیں آپس میں اُلجھایا اور لڑا دیا جائے، اس مقصد کے حصول کے لئے انگریز بہادر کی نظر انتخاب دو آدمیوں پر پڑی۔

پہلی شخصیت مرزا غلام احمد قادیانی (متوفی ۱۳۲۶ھ) تھا جس نے خود نبوت کا دعویٰ کرکے اپنی الگ اُمت تیار کی۔ یہ لوگ باقی تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے تھے۔ انگریز کی نظر کرم اور عنایات کے باوجود اس جماعت کی خاطر خواہ مقبولیت نہ ہوسکی۔ کیونکہ ختم نبوت کا عقیدہ ایسا عقیدہ تھا جو تمام دنیا کے مسلمانوں میں بالاتفاق پایا جاتا تھا۔

دوسری شخصیت احمد رضا خان بریلویؒ (متوفی ۱۳۴۰ھ) تھے جو عاشق رسولؐ بن کر سامنے آئے،



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انہوں نے حضورِ اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف کے نام پر ایسے عقائد کی بنا ڈالی جو اس سے پہلے تمام امت مسلمہ میں کبھی نہ پائے گئے تھے۔ مثلاً جس طرح اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے، اسی طرح حضورِ اکرم ﷺ بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں یا جس طرح اللہ تعالیٰ کو مکمل طور پر غیب کا علم ہے، ایسے ہی حضورِ اکرم ﷺ کو بھی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور آپ کا عطائی...... ذاتی اور عطائی 'تقسیم' کے موجد بھی آپ ہی ہیں! یا یہ کہ آپ بشر نہیں بلکہ نور تھے، نیز یہ کہ اہل قبور پکارنے والے کی پکار کو سنتے اور اس کی حاجت روائی کی استطاعت رکھتے ہیں۔ چونکہ عشق رسولؐ کے نام پر یہ سب کچھ کیا جا رہا تھا لہٰذا جاہل عوام میں انہیں کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔

نئے امام: یہ لوگ چونکہ اہل سنت والجماعت کہلاتے اور فقہ حنفی ہونے کے دعویدار تھے اور امام ابوحنیفہؒ ایسے مشرکانہ عقائد کے سخت دشمن تھے، لہٰذا ان لوگوں نے واضح الفاظ میں اعلان کر دیا کہ وہ صرف فقہی مسائل کی حد تک امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں، عقائد میں ان کے مقلد نہیں ہیں۔ یہ لوگ احمد رضا خان بریلویؒ کی نسبت سے بریلوی حنفی کہلائے اور اسی بنا پر انہیں امام اہل سنت کہا جاتا ہے...... اور جو حنفی اپنے دستور سابق پر قائم رہے، وہ حنفی دیوبندی کہلائے۔

انگریز کی چال بہت کامیاب رہی، دیوبندی اور بریلوی حضرات میں بحث مباحثے، مناظرے، سر پھٹول اور تکفیر بازی شروع ہوگئی۔ بریلوی حضرات تو جماعت اہل حدیث کو جن میں سے اکثر شاہ اسمٰعیل شہید کی تحریک کے کارکن تھے، وہابی کہتے ہی تھے، اب دیوبندیوں کو بھی وہابی کہنا شروع کر دیا۔ گویا ہندوستان کے تقریباً تمام مسلمان تفرقہ بازی، انتشار اور آپس کی تکفیر کا نشانہ بن کر رہ گئے۔

تکفیر بازی: تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آپ نے ۱۸۹۸ء میں ایک فتویٰ بعنوان ''اِعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام'' شائع کیا جس میں ہندوستان کو محض اس بنا پر دارالاسلام قرار دیا گیا تھا، کہ یہاں مسلمانوں کو نجی طور پر نماز، روزے اور حسب شرع نکاح و طلاق کی اجازت ہے۔ اس فتویٰ سے انگریز کے سیاسی استحکام کو بہت تقویت پہنچی، مجاہدین نے ہندوستان کو دارالحرب سمجھ کر ہی تحریک شروع کی تھی لہٰذا وہ سب کافر بلکہ یہودیوں سے بھی بدتر قرار دیے گئے۔ 'تمہید ایمان' اور 'حسام الحرمین' میں تو اعلیٰ حضرت خان صاحب گالی گلوچ پر اُتر آئے چنانچہ صفحہ ۷۳ سے ۸۳ تک پورے دس صفحات پر مشتمل گالیوں کی ایک طویل فہرست مرتب کی، جو قابل دید ہے۔ ''دوزخ کے کتے'' آپ کا تکیہ کلام ہے۔ صفحہ ۱۲ پر مناظرانہ رنگ میں اُلو گدھے اور سؤر تک مخالفین کو کہہ دیا اور کئی جگہ وہابیوں کو واجب القتل قرار دیا بلکہ یہاں تک لکھا کہ ایک وہابی کو قتل کرنا سو کافر کے قتل سے افضل ہے اور بادشاہ اسلام اس کا مجاز ہے......

صفحہ ۶۸ پر لکھا:


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"یہودی کا ذبیحہ حلال ہے اگر خدا کا نام لے کر کرے مگر وہابی دیوبندی کا ذبیحہ نجس اور مردار قطعی ہے اگرچہ لاکھ بار خدا کا نام لے، یہ سب مرتد ہیں"

اس فتویٰ کی زد میں صرف تحریکِ مجاہدین کے وہابی ہی نہ آئے بلکہ انگریز کے خلاف تحریکِ آزادی کی بھی انجمنیں وجود میں آئیں خواہ وہ مسلم لیگ ہو یا جمعیت علماءِ ہند یا مجلس احرار، ان سب انجمنوں کے لیڈروں اور ممبروں پر جناب احمد رضا خان صاحب اور ان کے خاص معتقدین نے کفر کا فتویٰ لگایا اور ان سے تعاون حرام قرار دیا، حتیٰ کہ بانیٔ پاکستانی محمد علی جناح اور علامہ اقبالؒ بھی نہ بچ سکے، بانیٔ پاکستانی کے متعلق کہا:

"بحکم شریعت مسٹر جینا (جناح) اپنے عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے، جو شخص اسے مسلمان جانے یا اسے کافر نہ مانے یا اس کے مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر!" (تجانب اہلسنت، ص ۱۲۲)

علامہ اقبالؒ پر تو پورے ۱۴ صفحے سیاہ کیے گئے، لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر اقبال نے دہریت والحاد کا زبردست پراپیگنڈہ کیا ہے" (تجانب ص ۲۴۰)

علامہ موصوف پر اس قدر برہمی کا باعث غالباً آپ کا یہ شعر بنا جو آپ کے فتویٰ کے بالکل برعکس تھا

ملاں کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت　　　ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!

ڈاکٹر اقبال پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ مولوی دیدار علی شاہ والد ماجد سید ابوالبرکات احمد، انجمن حزب الاحناف لاہور نے لگایا تھا۔

خواجہ حسن نظامی دہلوی، شبلی نعمانیؒ، اور الطاف حسینؒ حالی بھی حضرت خان صاحب کے فتویٰ تکفیر سے نہ بچ سکے۔ (تجانب صفحہ ۱۲۲) حالیؒ پر کفر کے فتویٰ کا سبب، ان کے غالباً یہ اشعار تھے:

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر　　　جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر　　　کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں　　　پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں　　　اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں!
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں　　　شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس میں آئے　　　نہ اسلام بگڑے، نہ ایمان جائے

ناظرین! مذکورہ بالا تفصیل اگرچہ ایک ایک مستقل موضوع ہے تاہم اس سے بتلانا یہ مقصود تھا کہ جناب خان صاحب نے اپنے فرقہ کے سوا باقی تمام مسلمانوں کو کافر اور گردن زدنی قرار دیا۔ سیاسی فرقوں کو اس لئے کہ وہ انگریز کے خلاف تحریک آزادی میں مشغول تھے اور مذہبی فرقوں کو اس لئے کہ ان کے عقائد آپ



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے عقائد سے ٹکراتے تھے۔

محبت کا معیار: جب کوئی قوم اپنے نبی کی تعلیم اور اس پر عمل سے عاری ہوجاتی ہے تو وہ ''پدرم سلطان بود'' کے مصداق اپنے نبی کی شان کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا شروع کردیتی ہے۔ یہی کچھ پہلی امتوں نے کیا اور یہی روش عاشقانِ رسول نے اختیار کی۔ اس فرقہ کے پیشوا امام اہل سنت صرف عالم ہی نہ تھے شاعر بھی تھے۔ آپ کے نعتیہ کلام کے مجموعہ کا نام ''حدائق بخشش'' ہے۔ ان نعتوں میں آپ نے اکثر مقامات پر عبد اور معبود کے فرق کو یکسر ختم ہی کردیا ہے۔ مثلاً:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

یعنی حضور اکرم ﷺ چونکہ مالک (خدا) کے حبیب ہیں تو بس انہیں بھی میں مالک ہی سمجھتا ہوں کیونکہ محبوب اور محب کی ملکیت (ملکوت السموات والارض) مشترکہ ہی ہوتی ہے۔

گویا اب حبِ رسول کا معیار یہ ٹھہرا کہ جو کوئی شخص اس پرخطر وادی میں جتنی زیادہ جولانی دکھائے، اتنا ہی زیادہ وہ محب اور عاشق رسولؐ ہے۔ چنانچہ آپ کے معتقدین اس میدان میں آپ سے بھی بازی لے گئے، جس کی صدہا مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

افسوس ان لوگوں نے حبِ رسول کا معیار وہ قائم کیا جس سے آپ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا تھا۔ اسکے برعکس جو معیار خود آپؐ نے بتلایا ہے ذرا وہ بھی سنئے اور غور فرمایئے کہ دونوں میں کس قدر تضاد ہے:

"عن عبدالله بن مغفل، قال جاء رجل إلى النبي ﷺ فقال إني أحبك قال، "أنظر ماذا تقول؟ " قال إني أحبك ثلاث مرات" قال "إن كنت صادقا فأعد للفقر تجفافا الفقر أسرع إلى من يحبني عن السيل إلى منتاه" وفي رواية إن الفقر إلى من يحبني منكم أسرع من السيل من أعلى الوادي"

''حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میں آپؐ سے محبت رکھتا ہوں'' آپؐ نے فرمایا: ''سوچ لو، جو کہہ رہے ہو؟'' اس نے تین مرتبہ آپؐ سے محبت کے دعویٰ کو دہرایا۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا تو پھر فقر اور اس کے ساتھ آنے والی تکلیفوں کے لئے لوہے کا ایک جھولا تیار کرلو، کیونکہ مجھ سے محبت رکھنے والے کی طرف فقر اس سے بھی زیادہ تیزی سے آتا ہے جیسے رکا ہوا پانی نشیب کی طرف جاتا ہے'' اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ''تم میں سے جو مجھ سے محبت رکھتا ہے اس کی طرف فقر اس سے بھی زیادہ تیزی سے آتا ہے جیسے کہ وادی کی بلندی سے پانی نشیب کی طرف جاتا ہے''

رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنے والے صحابہ کرامؓ پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور جس حد تک کسی نے محبت کا دعویٰ کیا اسی حد تک وہ ضرور متاثر ہوا۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے:



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"أشد البلاء هم الأنبياء ثم الأمثل فالأمثل" کہ "سب سے زیادہ مصائب انبیاء پر نازل ہوتے ہیں، پھر ان کے ساتھیوں اور پھر ان کے ساتھیوں پر"!

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان محبانِ رسولؐ پر کیا مصائب نازل ہوئے جنہوں نے جہاد کو یکسر موقوف کر کے عیش و آرام کو ترجیح دی اور کھانے پینے کی کئی بدعانہ رسومات کو شریعت کا درجہ دے دیا تو کیا صرف زبانی محبت کا دم بھرنے، نبی کی شان میں غلو کرنے، جشن عید میلادالنبیؐ منانے اور جلوس نکالنے سے جن میں سے ہر ایک فعل شریعتِ مطہرہ کے یکسر خلاف ہے، یہ لوگ نبی کی محبت کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ اور اس سے زیادہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ انہیں قرآن وسنت کی تعلیم کس طرح راس آسکتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امامِ اہل سنت نے "کنز الایمان" کے نام سے قرآن کریم کا ترجمہ کیا تو اس ترجمہ میں بریکٹوں میں ایسے الفاظ کا اضافہ کر دیا کہ عقل دنگ رہ جاتی اور انسان سر پیٹ کر رہ جاتا ہے۔ مثلاً آپ نے ہر مقام پر رسول اللہ ﷺ کو بشر کے بجائے نور اور عالم الغیب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر ان دو باتوں کو ہی درست تسلیم کر لیا جائے تو جہاں آپ کی بعثت کا مقصد ہی سرے سے فوت ہو جاتا ہے وہاں آپ کی ذات پر ایسے ایسے اعتراضات اٹھ کھڑے ہوتے ہیں کہ اگر تمام امتِ مسلمہ بھی ان اعتراضات کے جوابات سے عہدہ برآ ہونا چاہے تو کبھی نہ ہو سکے۔

بعض دفعہ ہمیں بریلوی علماء کے اس تعصب پر سخت افسوس آتا ہے کہ کبھی تو اس آیت ﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ کو وہابیوں والی آیت کہہ دیتے ہیں اور عموماً نماز میں ایسی آیات پڑھنے سے گریز کرتے ہیں اور کبھی ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا﴾ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کی بس تلاوت ہی لازم ہے، اس کا ترجمہ نہیں ہے اور حقیقی مطلب اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ جہاں یہ صورتِ حال ہو تو کیا آپ یہ توقع کر سکتے ہیں کہ یہ لوگ قرآن کریم کے ترجمہ کی طرف توجہ دیں گے جبکہ اس طبقہ کو قرآن وسنت کی خالص تعلیم کی ضرورت ہی نہیں ہے؟...... چنانچہ قرآن نافہمی کے اسباب سے سب سے بڑا 'سبب' عاشقانِ رسول کا یہ رویہ ہے!

غیر مسلموں نے مسلمانوں کو کمزور کرنے اور انہیں اسلامی تعلیمات سے دور رکھنے کے لئے جو کچھ کیا، وہ ایک الگ داستان ہے یہاں ہم صرف ان اَسباب کا جائزہ لے رہے ہیں جن کی وجہ سے گھر کو گھر ہی کے چراغ سے آگ لگ گئی۔ بہرحال یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ قرآنی تعلیمات کی ترویج کے سلسلے میں ہمیں اَغیار کی طرف سے اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا اپنوں نے پہنچایا ہے۔ بقول شخصے

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم　　　کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

کہ "میں بیگانوں کا رونا نہیں روتا، میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے، اَپنوں ہی نے کیا ہے"

اور یہی وہ حقیقتِ ثابتہ ہے جس کی گواہی خدا کے حضور قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ بھی دیں گے:



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا﴾ (۲۵/۳۰)

''اور رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے کہ اے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا''

## صحیح حل

قرآنِ کریم محض اس لئے نازل نہیں ہوا تھا کہ اسے متبرک کتاب سمجھ کر ریشمی غلاف میں محفوظ کر کے بلند طاقوں پر سجا دیا جائے یا تبرک کے طور پر کسی تقریب کا افتتاح کر لیا جائے، نہ ہی یہ اس لئے نازل ہوا کہ حروف، آیات اور کلمات کی صحیح صحیح گنتی کی جائے یا اسے اعلیٰ کاغذ پر خوشنما کر کے طبع کر دیا جائے، بلکہ یہ کتاب ہماری ہدایت کے لئے نازل ہوئی تھی کہ اسے سمجھا جائے اس میں تدبر کیا جائے اور اس کی ہدایات اور اَحکام پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی کو سنوارا جائے اور اسلام کی سربلندی کیلئے کوشش کی جائے۔

لہٰذا ہمارے خیال میں اس کی بہترین صورت وہی ہے جس کی طرف ہم آغاز میں اشارہ کر چکے ہیں کہ بچے کو ابتدا ہی سے قرآنی الفاظ کے معانی سے بھی روشناس کرایا جائے۔ بچے بالکل ابتدائی تعلیم مسجدوں اور گھروں میں حاصل کرتے ہیں۔ اسی بنیاد سے یہ عمارت کھڑی ہونی چاہئے اور مدارسِ عربیہ میں تو لازماً پہلے ہی سال صرف ونحو کے ساتھ ساتھ ترجمہ قرآن بھی سرسری طور پر ختم کیا جانا چاہئے، تاکہ اگر کوئی طالبِ علم مدرسہ کا کورس پورا نہیں کر پاتا تو کم از کم قرآن کریم کے ترجمہ سے تو روشناس ہوسکے چنانچہ اسی نظریہ کے تحت راقم الحروف نے بچوں کو ابتدا ہی سے ترجمہ پڑھانے کا تجربہ گھر سے شروع کیا جس کے نتائج نہایت حوصلہ افزا ثابت ہوئے ہیں اور اسی بنا پر ہم یہ بات نہایت وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اونچی سطح پر بھی یہ تجربہ ان شاء اللہ نہایت کامیاب ثابت ہوگا۔

حفظ کرنے والے بچوں کو اگر ترجمہ بھی پڑھا دیا جائے تو انہیں حفظ کرنے میں بھی سہولت رہتی ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ ترجمہ پڑھنے سے بچے بھی خوش ہوتے ہیں اور ان کے والدین بھی۔ بچے جب اپنے گھروں میں جا کر والدین کو اپنے سبق کا ترجمہ بھی سناتے ہیں تو وہ باغ باغ ہو جاتے ہیں۔ مدرسہ میں نظم وضبط پیدا کرنے کے لئے ہم نے یہ التزام کیا ہے کہ جو بچہ کلاس سے غیر حاضر ہوگا اسے پچاس پیسے یومیہ جرمانہ ہوگا۔ فیس مطلقاً نہیں ہے، بچے اوّلاً تو بہت کم غیر حاضری کرتے ہیں، اور اگر غیر حاضر ہو جائے تو جرمانہ کی رقم بخوشی ادا کر دیتے ہیں اور یہ، ترجمہ سے ان کی انتہائی دلچسپی کا نتیجہ ہے۔ اندریں صورت سب دوستوں سے گزارش ہے کہ وہ اس بے حد اہم کام کی طرف فوری توجہ دیں اور ناظرہ قرآن کریم پڑھانے کے ساتھ ساتھ بچوں کو ترجمہ سکھانے کا بھی التزام کریں۔

بازار سے جو ابتدائی قاعدے دستیاب ہوتے ہیں، ان میں بعض الفاظ مہمل بھی ہوتے ہیں اور بعض الفاظ معانی کے لحاظ سے دقیق بھی۔ لہٰذا ہم ایک ایسا قاعدہ مرتب کرنا چاہتے ہیں جس میں تقریباً تمام اَلفاظ قرآنی ہوں اور بامعنی بھی ہوں۔ اس قاعدہ میں یہ التزام بھی رکھا گیا ہے کہ کسی جاندار کی تصویر قاعدہ میں شائع نہ کی جائے۔ قاعدہ کی ضخامت ۲۴ چھوٹے صفحات سے زیادہ نہ ہو اور قیمت بھی پچاس پیسے سے



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بڑھنے نہ پائے۔ اگر یہ قاعدہ حسبِ خواہش زیورِ طباعت سے مزین ہوگیا تو ابتداء ہی سے عربی الفاظ کا ترجمہ پڑھانے کی طرف یہ ایک اہم قدم ہوگا۔

اس میں ہم قارئین سے اس پروگرام کی تکمیل میں کامیابی کی دعا کی درخواست کے ساتھ ساتھ یہ اپیل بھی کریں گے کہ وہ اس اہم ترین فریضہ کی انجام دہی میں ہر ممکن تعاون کریں جس کی بہترین صورت یہ ہے کہ ہر حلقہ میں، ہر سطح پر اس پروگرام کو فروغ دیں اور قرآنی تعلیمات کی ترویج کے سلسلہ میں اپنے فرائض سے کماحقہ عہدہ برآ ہوکر عنداللہ ماجور ہوں۔ ع گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

## قرآن کی فریاد

از ماہر القادری مرحوم

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں　　آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں　　دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر و ریشم کے　　اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے　　خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح سے طوطا مینا کو　　کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں　　اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول و قسم لینے کے لیے　　تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے　　ہاتھوں میں اٹھایا جاتا ہوں
دل سوز سے خالی رہتے ہیں　　آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اک اک جلسے میں　　پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے　　سچائی سے بڑھ کر دھوکہ ہے
اک بار ہنسایا جاتا ہوں　　سو بار رلایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے　　قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں　　ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں مجھ کو بار نہیں　　کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں　　مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں!



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ